JIHĀT-UL-ISLĀM
Vol: 16, Issue: 02, January – Jun 2023

OPEN ACCESS
JIHĀT-UL-ISLĀM
pISSN: 1998-4472
eISSN: 2521-425X
www.jihat-ul-islam.com.pk

مطالعہ ادیان کی مسلم روایت: شیخ قاسم نانوتوی کی خدمات کا اختصاصی مطالعہ

The Muslim tradition of Studying religion: a specific study of the services of Shaikh Qasim Nanotwi

Umer Yousaf*
M. Phil Scholar,
Institute of Islamic Studies,
University of the Punjab, Lahore

Dr. Usman Ahmed**
Assistant Professor,
Institute of Islamic Studies,
University of the Punjab, Lahore

ABSTRACT

Propagation of the truthfulness and authenticity of Islam should not only be verbal, but should also be done in the light of scientific, logical and arguments. This is the reason why many Islamic thinkers compared Islam with other religions from various aspects and presented the truth of Islam in a comparative and balanced way and proved that only Islam is the savior of humanity. The link in this chain is Maulana Qasim Nanotwi, may Allah have mercy on him, who proved the authenticity of Islam in the land of the sub-continent in those circumstances when objections were coming from all sides and making Islam suspicious. Some Christian missionaries were in the field, some Hindu pundits raised objections. In such a situation, Maulana Qasim Nanotwi solved all these doubts not only logically, but also logically and suppressed all the temptations against the religion of Islam.

Keywords: *Authenticity of Islam, services of Qasim Nanotwi, Hindu pundits, sub-continent*

تمہید

مطالعہ ادیان کی مسلم روایت کے سلسلے میں اسلامی فکر سے منسلک کئی نابغہ روز گار شخصیات کا نام سامنے آتا ہے۔ جنہوں نے دفاع اسلام اور احقاق حق کے لیے قابل قدر و قابل ذکر کام کیا۔ اسی سلسلے کی کڑی شیخ قاسم نانونوی ہیں۔ آپ کے عہد میں

CC BY

حالات اس قدر گھمبیر تھے کہ ایک طرف ہندوؤں کے اسلام پر اعتراضات کی بوچھاڑ تھی تو دوسری طرف عیسائی مشنریوں کی شورشوں کا زور زوراتھا۔ تقریری و تحریری اور مناظرانہ اسلوب میں اسلام کی ساکھ کو خراب کرنے کی کوشش کی جارہی تھی۔ ایسے میں شیخ قاسم نانوتوی نے عالمانہ ذمہ داری ادا کرتے ہوئے ہر زاویے سے ان فتنوں کا مقابلہ کیا۔ اور ان شورشوں کو کچلنے کا کردار ادا کیا۔ تحریر و یا تقریر یا مناظرات ہوں۔ ہر میدان میں آپ کا نام معروف ہوا۔ کہیں عیسائی تحریفات و بدعات کو ظاہر کیا تو کہیں ہندووانہ اعتراضات کی قلعی کھول کر رکھ دی۔ عالمانہ، فلسفیانہ اور منطقی اسلوب نے جلد ہی ان فتنوں کے اثرات کو زائل کر دیا۔ اس آرٹیکل میں آپ کی مطالعہ ادیان میں خدمات کو جامع مانع حیثیت سے پیش کرنے کی سعی کی گئی ہے۔

1: ابتدائی حالات اور تعلیم و تربیت

1-1: عہد ساز شخصیت

مولانا محمد قاسم نانوتوی کی ذات گرامی اپنے عہد کی ممتاز ترین اور تاریخ ساز شخصیت تھی۔ جب انکی ولادت ہوئی تو ہندوستان میں مسلمانوں کا سات سو سالہ حاکمانہ اقتدار عالم نزع کی کیفیت میں تھا۔ ایسٹ انڈیا کی مٹھی بھر فوج نے سارے ہندوستان میں غارت گری ڈال رکھی تھی۔

مغل سلطنت کے خاتمہ کے بعد اسلام دشمن تحریکیں عیسائیت، شیعیت اور ہندومت کی شکل میں ڈرے سہے مسلمانوں کو اپنے جال میں پھانس لینے کی منظم اور بھرپور کوششوں میں مصروف تھیں۔ ان حالات میں حضرت نانوتوی ہی کی شخصیت تھی جنھوں نے مسلمانوں کو سنبھالا دیا۔ اور اسلام کے دفاع اور تحفظ کو یقینی بنایا آپ نے اپنی بے پناعلمی صلاحیتوں، اپنے بہادرانہ عزائم اور اپنے خلوص وللّٰہیت، ورع و تقوی، سادگی وشرافت کے ذریعے اسلام کے خلاف ہونے والی ہر سازش کو ناکام بنایا۔ آپ نے اسلامی معاشرے میں پیدا ہونے والی بدعات و خرافات کا خاتمہ کیا اور اسلامی زندگی کا صحیح عملی نمونہ پیش کیا۔ اور دارالعلوم دیوبند کی صورت میں ایک مینارہ نور قائم کر کے اسلامی فکر کی حفاظت کا انتظام فرمایا۔ ایسی قابل قدر شخصیات نہ کبھی فناء ہوتی ہیں اور نہ ہی ان کے روشن اور تابندہ کارناموں سے انکار کیا جاسکتا ہے۔ بلکہ تاریخ کے اوراق اور لوگوں کے سینوں میں ان کی یاد ہمیشہ باقی رہتی ہے۔

1.2: وطن

مولانا محمد قاسم نانوتوی کا وطن قصبہ نانوتہ ہے جو ضلع سہارنپور میں واقع ہے۔ قصہ نانوتہ دہلی سے شمال کی جانب ۶۰ میل گنگوہ سے مشرق کی طرف ۹ میل۔ سہارنپور سے جانب جنوب ۱۵ میل اور دیوبند سے مغربی سمت میں ۲ میل کی مسافت پر ہے۔ نانوتہ

ایک چھوٹا سا قصبہ تھا لیکن علم و فضل، رشد وہدایت، تصوف وطریقت کی فضاء عام تھی۔ اکابر علماء کی یہاں برابر آمد ورفت جاری تھی۔ سید احمد شہید اپنی تحریک اصلاح کے سلسلہ میں گنگوہ۔ تھانہ بھون اور نانوتہ تشریف لائے تھے۔ مشہور شیخ طریقت حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کا اصل وطن تو تھانہ بھون تھا مگر نانوتہ میں ان کی عزیز داری تھی۔ آپ کی ایک بہن بھی نانوتہ میں بیاہی تھیں۔ اس لیے آپ بھی اکثر نانوتہ تشریف لایا کرتے تھے۔ ان عوامل کیوجہ سے نانوتہ کی فضاء میں دینی شعور، تصوف وسلوک جوش جہاد کے رجحانات پوری قوت کے ساتھ موجود تھے۔ اس ماحول میں حضرت نانوتوی کی ولادت ہوئی [1]

1.3 : خاندان

حضرت نانوتوی کا سلسلہ نسب محمد قاسم بن اسد علی بن غلام شاہ بن محمد بخش بن علاوالدین بن محمد فتح محمد مفتی بن عبد السمیع بن مولوی محمد ہاشم ۴۴ واسطوں سے سیدنا ابو بکر صدیق سے ملتا ہے۔ اس اعتبار سے آپ صدیقی ہیں۔ یہاں کے صدیقی شیوخ کے مورث اعلی مولوی محمد ہاشم ہیں جو شاجہاں کے عہد حکومت میں بلغ سے ہندوستان آئے اور قصبہ نانوتہ کو اپنا وطن بنایا۔

ہندوستان میں ضلع سہارنپور کے قصبہ نانوتہ میں شعبان یا رمضان المبارک ۱۲۴۸ھ میں پیدا ہوئے۔ تاریخی نام خورشید حسین تھا۔ قصبہ نانوتہ دیوبند سے بارہ کوس ساٹھ کوس میں واقع ہے۔

ابتدائی کتابیں مولانا مہتاب علی صاحب سے دیوبند میں ان کے مکتب میں پڑھیں اس کے بعد سہارنپور تشریف لے گئے۔ اور مولانا محمد نواز سہارنپوری سے فارسی اور عربی کی کچھ کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد ذوالحجہ ۱۲۵۵ھ میں دہلی روانہ ہوئے حضرت مولانا مملوک العلی صاحب سے نانوتوی سے کافیہ شروع کی اور فلسفہ اور معقول کی کتابیں صدرا لشمیس بازغہ سے میر زاہد اور قاضی وغیرہ کتابیں پڑھیں۔ مولانا خورشید احمد گنگوہی دونوں نے دورہ حدیث شریف حضرت شاہ عبدالغنی صاحب سے پڑھا۔ اور اس کے بعد دونوں نے حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے بیعت کی اور سلوک شروع کیا۔ حضرت مولانا مملوک اعلی صاحب ۱۱ ذالحجہ ۱۲۶۷ کو وفات پاگئے اور مولانا نانوتوی نے مطبع محمدی میں مزدوری پر تصحیح کتب کا سلسلہ شروع کیا۔ حضرت والا نے دو سال رمضان المبارک میں قرآن مجید حفظ کیا۔ یعنی نصف ایک سال اور دوسرا نصف دوسرے سال مکمل کیا۔ [2]

1.4 : ولادت اور بچپن

مولانا نانوتوی کی ولادت نانوتہ میں ضلع سہارنپور کے ایک معزز صدیقی خاندان میں ہوئی۔ تاریخ ولادت شعبان یا رمضان ۱۲۴۸ھ بمطابق جنوری ۱۸۳۳ء ہے آپکا تاریخی نام خورشید حسین رکھا گیا۔ آپکے والد کا نام شیخ اسد علی صدیقی تھا جو اس صدیقی خاندان کے مورث اعلی مولوی محمد ہاشم کی ساتویں پشت میں تھے۔

1.5 :آپ کے والدین

آپکے والد شیخ اسد علی اگرچہ عالم نہیں تھے لیکن اس دور کے لحاظ سے تعلیم یافتہ تھے۔ اس دور میں فارسی زبان کا بہت رواج تھا اور سرکاری دفتروں اور محکموں میں فارسی زبان رائج تھی۔ اور فارسی کا منتہائے نصاب شاہنامہ فردوسی تھا۔ آپکے والد شیخ اسد علی کی تعلیم شاہنامہ تک تھی، آپکے والد نے ملازمت کے بجائے زراعت کو ترجیح دی اور کاشتکاری کو مستقل ذریعہ معاش بنایا، آپکی والدہ سہارنپور کے مشہور وکیل شیخ وجیہ الدین کی صاحبزادی تھیں آپکے نانا بہت رئیسانہ زندگی بسر کرتے تھے انہوں نے وکالت کو اپنا ذریعہ معاش بنا رکھا تھا۔[3]

1.6 :ابتدائی تعلیم

آپنے ابتدائی تعلیم نانوتہ میں حاصل کی۔ اور بہت کم عمری میں قرآن پاک ختم کیا۔ اسکے ساتھ ساتھ آپنے خوش نویسی بھی سیکھی۔ اپنے ساتھیوں میں بہت ممتاز شمار ہوتے تھے۔

1.7 :مذاہب کانفرنس میں شرکت

۱۳۹۳ اور ۱۳۹۴ میں میلہ خدا شناسی (جس کو 'مذاہب کانفرنس" کہا جاسکتا ہے) میں شرکت فرمائی۔ ان دونوں کانفرنسوں میں مختلف مذاہب کے مبلغین، مناظرین، وکیل اور نمائندے شریک ہوئے تھے حضرت نے بہ حیثیت وکیل اسلام ان جلسوں میں مباحثہ اور مناظرہ کرکے اور اپنی بہترین تقاریر کے ذریعے فرزندان توحید کا سر افتخار بلند کر دیا۔
گفتگوئے مذہبی اور مباحثہ شاھجہاں پور میں ان دونوں جلسوں کی مفصل روئیداد موجود ہے۔[4]

1.8 :میرٹھ اور رڑکی میں دفاعی خدمات

اس سے اگلے سال پنڈت دیانند سرسوتی نے میرٹھ میں قیام کرکے اسلام اور قرآن پر اعتراضات کیے تو حضرت مولانا باوجود علالت کے وہاں تشریف لے گئے۔ اور بہت چاہا کہ پنڈٹ جی سے گفتگو کریں مگر انہوں نے گفتگو کا موقع نہیں دیا، وہ حضرت مولانا کے کامیاب مباحثے اور الہامی تقریروں کو دوسرے میلہ خدا شناسی میں سن چکے تھے اور دیکھ چکے تھے، پھر رڑکی میں قیام کرکے پنڈت نے مشہور اعتراضات دہرائے اور برسر عام ان کو بیان کیا۔ حضرت کو اطلاع ہوئی تو مع جماعت تلامزہ اور رفقاء، باوجود ضعف و نقاہت کے تشریف لے گئے اور دعوت مناظرہ دی وہاں بھی پنڈت جی نے دوبدو گفتگو مناسب نہ کبھی۔ حضرت مولانا نے رڑکی میں اپنے لائق اور فاضل شاگردوں کو حکم دیا کہ جو جو اعتراضات ہم تک پہنچے ہیں ان کے جوابات مختلف جگہوں پر کھڑے ہو کر دیے جائیں۔ چنانچہ وہاں کئی دن قیام فرمایا۔ حضرت مولانا حافظ عبد الرحمن صاحب صدیقی امروہی رڑکی میں

حضرت کے ہمراہ تھے۔ حضرت قاسم العلوم نے ۱۲۹۳ھ اور ۱۲۹۴ھ کے کسی درمیانی وقفے میں قبلہ نما حجۃ الاسلام، اور انتصار الاسلام میں معرکۃ الارا کتابیں تحریر فرمائیں۔ حق یہ ہے کہ حضرت نے مخالفین اسلام کے اس اعتراض کا کہ اسلام کعبہ پرستی کی تعلیم دیتا ہے۔ اتنا محققانہ تشفی بخش اور مسکت جواب دیا ہے کہ کوئی انصاف پسند مخالف اس اعتراض کو قیامت تک پھر نہ دوہرا سکے گا۔

1.9 : آخری سفر اور مرض وفات ورحلت

جناب مولانا احمد علی صاحب کو فالج ہو گیا تھا آپ ان کو دیکھنے کے لیے سہارنپور تشریف لے گئے۔ دو ہفتہ وہاں قیام فرمایا۔ وہاں آپ کو سانس کا دورہ ہوا ہر قسم کی دوا وغیرہ کرنے کے باوجو وضعف بڑھتا ہی گیا حتی کہ ۲ جمادی الاول ۱۲۹۷ھ کو آپ پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔ نماز کے لیے کہا گیا تو سوائے اچھا کے کچھ نہ کہ سکے دو دن ایسی ہی کیفیت میں گذرے اور ۴ جمادی الاولی ۱۲۹۷ھ بروز جمعرات ۱۵ اپریل ۱۸۸۰ آپ نے جان جان آفریں کے سپرد فرمائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

1.10 : مختصر تعارف

حجتہ الاسلام الامام الکبیر مولانا قاسم نانوتوی 1248 ہجری / 1832 عیسوی میں پیدا ہوئے آپ کا نسب نامہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے آپ سہارنپور کے گردونواح میں ایک قصبہ نانوتہ میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم اپنے وطن مالوف میں ہی حاصل کی اس کے بعد دیوبند چلے گئے یہاں مولوی ماہتاب علی کے مکتب سے پڑھا پھر اپنے نانا کے پاس سہارنپور چلے گئے اور یہاں مولوی نواز سے عربی صرف ونحو کی تعلیم حاصل کی 1843 میں دہلی کالج داخل ہوئے لیکن امتحان کے بغیر ہی کالج چھوڑ دیا۔[5]

2: مولانا قاسم نانوتوی کی مطالعہ ادیان میں تصنیفی خدمات

خدمات قاسمیہ فی تقابل ادیان میں ایک شاہکار کتاب "انتصار لاسلام" اسلام اور ہندومت ہے یہ کتاب ہندو پنڈت دیانند کی ریشہ دوانیوں اور چیرہ دستیوں کے جواب کے طور پر لکھی گئی۔

2.1 : انتصار لاسلام

شیخ قاسم نے پنڈت جی کو بار بار مناظرے کا چیلنج کیا لیکن پنڈت جی نے ایک دفعہ بھی دعوت مناظرہ کو شرف قبولیت نہ بخشا ہندوستان کے علاقہ رڑکی میں پنڈت جی کی سازشوں کا قلع قمع کرنے جب شیخ قاسم وہاں تشریف لے گئے تو پنڈت جی نے وہاں سے راہ فرار اختیار کی لیکن شیخ قاسم نے وہاں تین دن جلسے منعقد کر کے ان کے دندان شکن جواب دیے۔ اس کے بعد پنڈت جی

رڑکی آنے کی جرات تو نہ کر سکے لیکن میرٹھ پہنچ کر وہی پرانی روش اپنائی اور ریشہ دوانیاں شروع کر دیں۔ شیخ وہاں بھی تشریف فرما ہوئے لیکن پنڈت جی کو وہاں بھی سامنا کرنے کی جرات نہیں ہوئی جس کا مفصل حال براہین قاسمیہ میں مندرج ہے۔

شیخ کے جوابات کو اکٹھا کر کے ایک کتاب افادہ عام میں آئی جس کو "اسلام اور ہندو مت" کے نام سے شائع کیا گیا۔[6]

کتاب میں 10 اعتراضات پر مبنی تقاریر کا جواب دیا گیا ہے جس کو بلاشبہ ایک مدلل، مسکت اور فلسفیانہ اسلوب کے جوابات قرار دیا جا سکتا ہے۔

2.1.1 : مسلمانوں کے تصور خدا پر ہندووں کے اعتراضات

مسلمان کہتے ہیں کہ خدا قادر مطلق ہے لیکن خدا نہ خود کو مار سکتا ہے نہ چوری کر سکتا ہے وہ قادر مطلق کیسے ہوا؟؟؟

2.1.2 : اعتراض کا علمی محاکمہ

اگر خدا قادر مطلق نہیں تو قادر مقید ہو گا لیکن عقل پھر وہی تقاضا کرتی ہے کہ اس سے اوپر قادر مطلق ہوں کیونکہ ہر مقید کے اوپر قادر مطلق ضرور ہوتا ہے۔

خدا اگر خود کو موت دے دے یا فنا کر دے تو خدا کی قدرت کے خلاف ہو گا۔ خدائی کے لیے موقوف ہے کہ وہ عطائے غیر نہ ہو اس کا وجود خانہ زاد یعنی حقیقی ہو۔ دوسری بات کہ خدا چوری نہیں کر سکتا یہ بے بنیاد اور غیر منطقی اعتراض ہے کیونکہ چوری غیر کے مال سے ہوتی ہے اور کائنات میں کوئی چیز خدا کی ملکیت سے باہر نہیں۔[7]

2.1.3 : تصور شیطان پر ہندووانہ اعتراضات

مسلمان کہتے ہیں کہ شیطان بہکا کر انسان سے برے کام کرواتا ہے یہاں یہ سوال ہے کہ شیطان کو کس نے بہکایا؟؟ حاصل یہ ہے کہ مسئلہ غلط ہے شیطان کا وجود ہے ہی نہیں۔

2.1.4 : اعتراض کا منطقی جواب

شیخ نے مفصل جواب دیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آگ گرم کرنے والی ہے تو آگ کو گرم کرنے والا کوئی نہیں گویا آگ موجود نہیں۔؟ سورج کو روشن کرنے والا کوئی نہیں گویا سورج موجود نہیں؟ غرض خلق یعنی پیدا کرنا اور صدور میں فرق ہے۔ خلق میں ضروری ہے کہ پیدا کرنے میں پہلے مخلوق کا معدوم ہونا ضروری ہے۔ اور صدور میں یہ لازم ہے کہ پہلے مصدر میں صادر موجود ہو۔ اسی خلق اور صدور کی بنا پر بات یہ ہے کہ خدا نے بعض چیزیں پیدا کی ہیں اور ضروری نہیں کہ ان کا صدور بھی خدا سے ہو۔ جیسے: بری صورتیں، بری سیرتیں، بری آوازیں، پیشاب پاخانہ وغیرہ۔ اگر ان کا صدور خدا سے ہوتا ہے تو یہ مخلوق نہیں ہو

سکتی۔ یہی صورتحال شیطان کے معاملے میں ہے کہ اس کو خدا نے پیدا کیا ضروری نہیں کہ خدا برائیاں بھی کرے برائی کا صدور تو مخلوق یعنی شیطان سے ہی ہو گا۔[8]

2.1.5: قرآن کی منسوخ آیات کے بارے اعتراض

احکامات خداوندی میں نسخ کا مطلب خدا کو غلطی لگی جبکہ یہ بات خلاف عقل ہے نسخ کا نظریہ غلط ثابت ہو رہا ہے۔

2.1.6: اعتراض کا مدلل جواب

احکامات خداوندی میں نسخ کا مطلب غلطی نہیں بلکہ مصلحت کی خاطر حکم کی تبدیلی ہے اس کو ایک مثال سے سمجھنا چاہیے کہ ایک صورت یہ ہے کہ ڈاکٹر نے مریض کو غلطی سے غلط دوائی دے دی۔ اور غلطی کے ادراک پر وہ دوائی بدل دیتا ہے اس کو تو غلط کہا جا سکتا ہے لیکن دوسری صورت یہ ہے کہ ڈاکٹر نے ایک دوائی ختم ہونے کے بعد مصلحت کی خاطر دوسری دوائی دی اس کو غلط نہیں بلکہ مصلحت کہا جائے گا اور یہی معاملہ نسخ کے احکامات میں ہے۔[9]

2.1.7: اسلام کے تصور روح پر ہندووں کے اعتراضات

مسلمان کہتے ہیں کہ روح خدا کے پاس موجود ہیں خدا کے حکم کے موافق وہ دنیا میں آجاتی ہے نہیں بلکہ خدا کی قدرت ہے وہ جب چاہے پیدا کر دے اور بھیج دے اور ارواح کل ساڑھے چار ارب ہیں اور جزا و سزا بطور تناسخ ہوتی ہیں۔

2.1.8: اعتراضات کا مسکت جواب

اس اعتراض میں پنڈت جی نے عقیدہ قیامت پر ضرب لگانے اور آواگون اور تناسخ کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ جس کے جواب میں شیخ نانوتوی کا جواب خلاصہ کے طور پر ہے۔

1: جس طرح خدا نے سال بھر کا اناج پہلے ہی پیدا کر دیا اسی طرح اس نے ارواح کو پیدا کر دیا یہ اس کی قدرت کے منافی نہیں ہے۔

2: امر ثانی یعنی ارواح کل ساڑھے چار ارب ہیں تو ایک چھوٹے سے گاؤں کے مچھر بھنڈے ساڑھے چار ارب سے زیادہ ہوں گے پنڈت جی چاہے تو گنتی کروالیں۔ جب مقدار ارواح کل ساڑھے چار ارب ہے اور ہر قسم کے جسم حیوانی سے وہی ارواح متعلق ہوتی ہے تو یہ تعداد ہرگز کسی عقل کے نزدیک قابل قبول نہیں ہاں مگر عقل کو طاق میں رکھ دیجئے تو پھر سب کچھ مانا جا سکتا ہے۔

2.1.8 :اہم نکتہ

آواگون کا عقیدہ میں لازم ماننا پڑے گا کہ تمام ارواح پہلے سے موجود ہیں پھر پنڈت جی کیوں اس امر کا انکار کر رہے ہیں جو مسلمانوں کے عقیدہ میں ہے۔

2.1.9 :تصور آواگون کا علمی محاکمہ

آواگون کا کوئی ثبوت نہیں نہ کوئی ثبوت عقلی ہے نہ کوئی نقلی ہے اور تو اور اس کا خلاف عقل ہونا بھی ثابت ہوتا ہے کیونکہ جس کو سزا اور جزا دی جارہی ہو اس کو اس کا علم ہونا ضروری ہے۔ لیکن تناسب میں تو ایسا نہیں ہوتا اس طرح ایک طرف تو آدمی تناسخ کی صورت سزا بھگت رہا ہے تو دوسری طرف وہ زندگی حاصل کر کے عبادت کے اندر بھی داخل ہے جو کہ عقلا محال ہے۔اور دوسرا روح کے اوپر چلے جانے کے بعد واپسی بے قطع مسافت لازم آتی ہے جو کہ محال ہے۔جب آواگون کی بنیاد سزا جزا پر ہے تو یہ ثابت ہوا کہ بعد میں قیامت قائم ہوگئی اب اواگون خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔[10]

2.1.10 :اسلام کے تصور جنت اور حور عین پر ہندووانہ اعتراضات

مسلمان کہتے ہیں کہ جو کوئی روزہ افطار کروائے تو اس کو جنت میں انعام میں ستر حوریں ملیں گی
تو کیا اگر کوئی عورت افطاری کروائے تو اس کو جنت میں ستر مرد ملیں گے ؟؟؟

2.1.11 :اعتراض کا منطقی جواب

افطار کروانے پر ستر حوروں کا انعام اہل اسلام کے کسی کتاب میں دیکھا اور نہ سنا ہاں بعض معاملات میں انعام کے طور پر 70 حوروں کا تذکرہ ملتا ہے تو اگر اس سے مراد پنڈت جی عورتوں اور مردوں کے برابر کے حقوق کر رہے ہیں تو پنڈت جی خود آگے بڑھیں اور عورتوں کو ایک سے زائد شادیوں کی اجازت دیں۔

2.1.12 :جواب ثانی

انعام اکرام اور راحت و سکون اور کلفت و تکلیف کو ختم کرنے کے لئے ہوتا ہے عورت کو اگر ستر مرد ملے تو یہ اس کے لیے آسانی کی بجائے تنگی ثابت ہو گا جبکہ روایات شاہد ہے کہ مرد کی قوت بھی مزید ہو گی تو یہ انعام و اکرام کے بجائے الٹا تحقیر و تذلیل ہو گی۔[11]

2.1.13 :اسلام کے تصور توبہ پر اعتراضات

مسلمان کہتے ہیں کہ توبہ سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں یہ غلط ہے بلکہ ہر فعل کی جزا یا سزا بطور تناسخ ضرور ملتی ہے سزا معاف نہیں ہو سکتی یہ عدل کے خلاف ہے۔

2.1.14 :اعتراض کا ازالہ

ہنود کی معتبر کتب سے توبہ کی قبولیت اور گناہ کی تلافی کا تذکرہ ملتا ہے۔

1: سواتھر بن بید میں ہے کہ تارک کے ذکر سے جنموں کے گناہ بر طرف ہوتے ہیں الخ۔

اگر موافق عدل سزا کا ملنا ضروری تھا تو بے سزا جنموں کے گناہوں کی بر طرفی کی وجہ کیا ہے؟

2: مہابھارت میں ہے

"اگر کسے مرتکب گناہے شدہ ہے بازب شیماں گر دوزود تدارک آں غاید از گناہ خلاصی یابد"

یعنی اگر کوئی گناہ کا مرتکب ہو کر پھر پچھتائے اور جلد اس کا تدارک کرے تو گناہ سے نجات پائے گا۔[12]

2.1.15 :اسلام کے ذبیحے کے طریقے پر اعتراض

مسلمان جو گوشت کھاتے ہیں حلال کر کے کھاتے ہیں سو اگر یہ جانور دعا کے پڑھنے سے حلال ہو جاتے ہیں تو سب جانور حلال ہو سکتے ہیں اور پڑھنے سے حلال نہیں ہوتے تو خود مرا ہوا کیوں حلال نہیں ہوتا؟

2.1.16 :ہندووانہ شبہات کا ازالہ

جو کوئی کسی کے لئے اپنی چیزیں جائز قرار دے دے اور اجازت دے تو اس کے لیے اجازت دینے والے کی تمام چیزیں حلال ہو نگی اور اگر بغیر اجازت ہی حلت ثابت ہے تو چوری اور قذاقی اور حلت میں کیا فرق رہ جائے؟

1: ہندوؤں کی اپنی کتاب میں مہابھارت میں بید پڑھ کر جانور کو قتل کرنے سے اس کا گوشت پاک ہو جاتا ہے۔

2: شیخ نانوتوی نے مفصل انداز میں اور مثالوں سے عمیق و دقیق بحث کی جس سے یہ ثابت کیا کہ جن جانوروں پر تکبیر پڑھ کر انہیں حلال کیا جاتا ہے ان میں تکبیر کی تاثیر کو قبول کرنے کی استعداد ہے اور جن کو حرام قرار دیا گیا ان میں تکبیر کی تاثیر لینے کی استعداد نہیں۔

2.1.17 : دنیوی و جنتی شراب کی حلت و حرمت پر اعتراض

مسلمان شراب کو حرام کہتے ہیں جبکہ جنت میں شراب کو حلال کہتے ہیں یہ کیا تماشہ ؟ ہے جو چیز یہاں حرام وہاں حلال ہو گی اگر وہ نہریں ہیں تو کتنا طول و عرض رکھتی ہیں ؟ اور ان کا منبع کہاں ہے ؟ اگر بہتی ہیں تو کدھر سے کدھر کو اور نہیں تو سڑتی کیوں نہیں ؟

2.1.18 : جواب کی تلخیص

حضرت شیخ نے کمال حکمت عملی سے عقلی و نقلی، مدلل و مسکت، جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ پہلے آپ جواب دیجیے کہ آپ کی مذہبی کتاب مسمی بہ کولنگ اپنکہدر میں جو نہروں کا ذکر ہے اس کے بارے میں بتایئے کہ وہ جلتی سڑتی کیوں نہیں اور اگر بہتی ہیں تو کدھر سے کدھر کو بہتی ہیں ؟ رگ وید میں مذکور کھائی "رواء" کا طول و عرض بتائے اور "برجا" نہر کی پھر سمت بتادیں۔ اخروی نہروں کا تو در کنار پنڈت جی دنیاوی نہروں کے سمت اور طول و عرض بتادیں اور دنیاوی نہروں کا تو در کنار فقط ہندوستانی نہروں کی تفصیلات ہی بتادیں۔

محدود کا علم نہیں تو لا محدود کا کیسے ہو گا اور مہابھارت میں ہے کہ شراب پہلے برہمنوں پر حلال تھی بعد میں جب کنج مارا گیا تو اس کے استاد سکڑیو قانے اس کو برہمنوں پر حرام کر دیا۔ اب حرام ہونے کے بعد شراب تم کو جنت میں جانے نہیں دیتی تو تمہارا جواب کیا ہو گا کہ ایک چیز جو دنیا میں حرام ہے وہ تمہارے لیے بہشت میں حلال کیسے ہو گی دوسری بات شراب گلنے اور نہ سڑنے کے اعتراض میں یہ ہے کہ وہ عوامل جو اشیاء کے فساد کا سبب ہیں وہ وہاں نہیں ہوں گے جس سے شراب محفوظ رہے گی اور تیسری بات شراب میں نشہ اور سرور سمجھا جاتا ہے جبکہ دونوں متضاد کیفیات ہیں نشہ بے ہوشی کی حالت ہے جبکہ سرور کا تعلق ہوش سے ہے دنیاوی شراب میں اگر نشہ ہے تو یہ ختم کر کے جنت میں فقط سرور والی شراب ہو گی۔[13]

2.1.19 : اسلام کے تصور تدفین موتی پر اعتراضات

مسلمان مردوں کو دفنا کر زمین کو ناپاک کر دیتے ہیں اس لیے جلانا بہتر ہے۔

2.1.20 : عقلی و منطقی جواب

ہندو مردوں کو جلا کر ہوا کو ناپاک کرتے ہیں۔

عقلی جواب: جب انسان کے جسم سے نکلنے والا پیشاب و پاخانہ جو انتہائی بدبودار ہے زمین میں سمایا جاسکتا ہے اور اس عمل سے زمین ناپاک نہیں ہوتی وہ مردہ جو پاک حالت میں نہلا دھلا کر دفنایا جاتا ہے وہ دفنانے سے زمین کیونکر ناپاک ہو گی ؟ اگر ناپاکی کی اتنی فکر ہے تو پنڈت اپنے متبعین سمیت ان بول و براز کو زمین پر گرنے نہ دے بلکہ کسی برتن میں ڈال کر اڑادے۔

2: زمین میں مردے کی ناپاکی نہیں بلکہ اپنی پاکی مردے کو منتقل کرتی ہے یہی وجہ ہے کہ چند دنوں بعد جسم انسانی مٹی جیسا ہی ہو جاتا ہے۔

3: جلانے سے زمین کی قوت نامیہ کا نقصان اور دفن کرنے سے قوت نامیہ کو قوت ملتی ہے۔

4: جلانا محبت کے عدم پر دلالت کرتا ہے نہ کہ محبت پر۔

2.1.21 : قبر کی زندگی پر اعتراضات

مسلمان کہتے ہیں کہ آدمی مر کر قیامت تک حوالات میں رہتے ہیں اور قیامت کو حساب ہو کر جزاء سزاء کو پہنچتا ہے۔ یہ بالکل غلط ہے کیونکہ حوالات میں رکھنا خلاف عدل ہے جبکہ جزا سزا بطور تناسخ بعد انتقال فوراً ہی مل جاتی ہے۔

2.1.22 :مسکت جواب

شیخ نانوتوی نے اس اعتراض کا جواب انتہائی مہارت سے دیا اور کشف و انکشاف سے اس اعتراض کے بخیے ادھیڑ دیئے۔ اگر قیامت جزا سزا غلط ہے تو تناسخ میں بھی یہی معاملہ ہے یہاں بھی تاخیر خلاف عدل ہے۔

قبر بھی انسان کے اعمال کے مطابق جزا یا سزا کی جگہ بن جاتی ہے۔ اور دنیاوی ظلم و ستم کے بڑھ جانے پر عقل بھی تقاضا کرتی ہے کہ بے راہ رویوں اور ظلم و جبر کے خاتمہ کے لئے عدالت قائم ہوں یہی قیامت ہے۔[14]

2.1.23 : تبصرہ

کتاب میں انتہائی فلسفیانہ انداز میں اعتراض کو نہ صرف زائل کیا گیا بلکہ مخالف پر حجت قائم کی گئی اعتراضات کے جوابات سطحی نوعیت کے نہیں بلکہ ایک بات کے تمام پہلوؤں کو سمیٹتے ہوئے تمہید و اختتام سے دیے گئے کتاب کے اسلوب قدیم ہونے کے باعث ایسے الفاظ اور تراکیب رکھتا ہے جس کی وجہ سے قاری کو سو فیصد توجہ دینے کی ضرورت ہوتی ہے لیکن آہستہ آہستہ میلان و دلچسپی کا ایسا ربط بنتا ہے جس سے قاری نہ صرف حظ طبع اٹھاتا ہے بلکہ علم و حکمت کے موتی بھی چنتا ہے۔

2.2: حجت الاسلام

اس کتاب کی تصنیف کا پس منظر یہ ہے کہ شاہ جہاں پر میلہ خدا شناسی کے لیے تمام مذاہب کے علماء کو دعوت دی گئی کہ وہ اپنے اپنے مذہب پر تقریر فرمائیں حضرت نانوتوی کو اسلام کے نمائندہ کی حیثیت دعوت دی گئی چونکہ یہ چیز نامعلوم تھی کہ مباحثہ کی نوعیت کیا ہو گی اس لئے حضرت نے حفظ ما تقدم کے طور پر ایک تحریر لکھ لی تا کہ اپنے مذہب کی حقانیت کے لئے کسی بھی انداز

سے بات ہو تو اسلام کا دفاع کر لیا جائے اسلام کے اصول و فروع پر مبنی یہ تحریر نہایت کم وقت میں عجلت کے ساتھ احاطہ تحریر میں تو آگئی لیکن اسے پڑھنے کی نوبت ہی نہ آئی۔ شاہجہاں پور سے واپسی پر خدام کے کہنے پر اس کو شائع کروایا گیا۔

حضرت مولانا فخر الحسن نے اس کے مضامین کے لحاظ سے "حجت الاسلام" نام تجویز کیا۔ اس کتاب میں تقابل ادیان کے حوالے سے چند مضامین کو احاطہ تحریر میں لایا گیا جن میں نمایاں طور پر عقیدہ تثلیث کا رد موجود ہے۔ اور باقی مضامین اسلام کے تعارف اور عقائد کے دفاع میں لکھے گیے۔[15]

2.2.1: عقیدہ تثلیث کا رد

کیونکہ حضرت علم الکلام کے ماہر تھے اس لیے اس مسئلہ کو بھی نہ صرف عقلی اور منطقی طور پر رد کیا بلکہ مدلل انداز میں بھی رد کیا چنانچہ فرماتے ہیں۔ " جن کو تم خدا یا خدا کا بیٹا سمجھتے ہو ان میں آثار عبودیت ہم سے زیادہ تھے اللہ ان کے عیوب کے جن کو عرض کر چکا ہوں ان کا زہد و تقوی وخشیت، اطاعت وعبادت میں شب وروز وہ غلطاں وپیچاں رہتے تھے۔ خود اس بات کا شاہد ہے کہ ان میں خدائی کی بو بھی نہ تھی"۔ جس طرح فرعون کے دعوی خدائی کے بعد اس کو ماننے والے عذاب الہی کا شکار ہو تو حضرت عیسی علیہ السلام کے خدا کہنے والے عذاب سے کیسے بچ سکتے ہیں.

اور ان کے معجزات سے اگر خدائی سے دعویٰ بالکل عبث بات ہے اگر کوئی عاقل آثار بندگی کے باوجود ان معجزات کی وجہ سے ان کو خدا مانتے تو اس کی عقل پر افسوس ہے۔[16]

2.2.2: ابطال عقیدہ تثلیث

اس پر یہ کیا ستم ہے کہ اس ایک خدا کو حقیقت کے رو سے بھی ایک کہتے ہو اور تین بھی حقیقت کی رو سے کہتے ہو۔ اور باز نہیں آتے یہ عقیدہ بے شک اہل عقل کے نزدیک بطلان مذہب کے لیے کافی ہے۔[17]

2.3: تحفہ لحمیہ تعارف و تجزیہ

یہ پندرہ صفحات پر مشتمل رسالہ ہے جس میں ہندوؤں کے اعتراضات کے جواب ہے کہ گوشت خوری کے حوالے سے ہندوؤں کا یہ دعوی ہے کہ مسلمانوں کی طرف سے جانوروں کا گوشت کھانا جانوروں پر ظلم ہے۔ حضرت نے مدلل جواب دیا کہ اگر گوشت خوری ظلم ہے تو ساری دنیا کے حکماء، اطباء ضرور منع کرتے اور ساری دنیا میں نہیں کھایا جاتا ہے صرف ہندوستان میں ہی اس کو ظلم تصور کیا جاتا ہے۔ خود ہندوؤں میں بعض جانوروں کو کھایا جاتا ہے اور بعض کو دیوی، دیوتاؤں کی بھینٹ چڑھا دیا جاتا ہے اگر یہ ظلم ہے تو ہندو ایسا کیوں کرتے ہیں اور ان کی کھال کے بنے جوتے کیوں پہنتے ہیں

اگر ان کو ذبح کرنا ظلم ہے تو ان پر سواری کرنا، بوجھ لادنا، اور قید رکھنا بھی ظلم ہے اور ان کو مارنا پیٹنا بھی ثواب کا کام نہیں ہے۔[18]

ہندوؤں کے اعتراض کے جواب میں حضرت نے ابتدا فرمایا:۔

"سارا جہاں ایک طرف ہو حتی کے اہل ہنود کی بھی بعض قومیں پھر بھی اہل ہنود گوشت کھانے کو ظلم کہیں اور کھانے والے کو ظالم تو اس سے زیادہ اور کیا ناحق شناسی ہو گی"۔[19] "ظلم کا مطلب غیر کی چیز کو اپنے تصرف میں نہ لاو"۔[20] اپنے ملک میں تصرف کرنا ظلم نہیں۔[21]

گوشت خوری ظلم نہیں بلکہ موجب اطاعت ہے۔ ان کو کھانے سے ہمیں یہ احساس ہوتا ہے کہ ہم سب برابر تھے خدا نے ہمیں اعلی اور ان کو کمتر بنا کر ہمارے کھانے، پینے، سواری اور بوجھ لادنے کے لیے مسخر کر دیا۔[22]

گوشت تمام مذاہب میں جائز ہے خود ہندو اپنے معبودوں کے لیے بھی مثل دیبی وغیرہ بکروں کا جھٹکا کر کے نذر کرتے ہیں شاید وہ بہت عمدہ سمجھتے ہوں گے کہ جو معبودوں کے لیے تجویز کیا۔ ہنود پر ایک زبردست الزام کہ گوشت نہیں کھاتے لیکن بہت کم ایسے ہوں گے جو چمڑے کی جوتیاں نہیں پہنتے جوتیاں بنانے میں فرمایئے کونسی تہذیب ہے اب اگر یہ کہو کہ دین کی بات نہیں فقط رسم پڑ گئی تو وہ یہ بات ہے کہ "عذر گناہ بدتر از گناہ"۔[23] آداب ذبح میں یہ ہے کہ اس کا نام لے کر ذبح کرو جس نے انہیں حلال بنایا اگر وہ ہمیں حلال قرار دے کر دوسروں کے لئے جائز کرتا تو ہم اس کی ملک تھے لیکن اب جو اس نے ہمارے لیے انہیں حلال بنایا تو چاہیے کہ اس کے نام پر ہم یہ کام کریں۔[24]

2.3.1: جہاد بالنفس وبالمال اور ذبیحہ اسلامی میں مناسبت

انسان اپنے موقع پر وقت پا کر اس کی راہ میں سر کٹائیں، مال لٹائیں اور مارے جائیں اور اپنے پاک پاک اور طیب جانوروں کا اس کے نام پر نثار کریں اور ان سے ہاتھ اٹھائیں، پھر ان کے گوشت کو خدا کے نام کی برکت اعتقاد کر کے بہت رغبت سے کھائیں اور ان کی کھالوں اور ہڈیوں کو استعمال میں لائیں۔ یہ بات ہر چند سر دست ان لوگوں کی سمجھ میں نہ آئے گی جن کے دلوں میں سالہاسال گوشت کی برائی جمی ہوئی ہے۔۔۔ گوشت کا کھانا بوجہ ظلم وتعدی نہ درست ہوتا تو قطع نظر وجوہ مذکورہ کہ سواری اور جانوروں پر لادنا، پھاندنا، اور ان کو بجز قید اور محبوس رکھنا بھی ناروا ہوتا۔[25]

2.3.2: مردار اور حرام جانوروں کی ممانعت کی حکمت

حضرت فرماتے ہیں کہ ایسا جانور جن میں کوئی بری صفت غالب ہے اور جو مردار ہے اس پر خدا کا نام نہیں لیا گیا یہ دونوں کے حرام ہونے کی حکمت یہ ہے کہ اس میں نفع کے بجائے نقصان کا پہلو زیادہ ہے۔[26]

ہر جانور کے گوشت میں اس کے خصائل سرایت کئے ہوئے ہیں۔ حضرت فرماتے ہیں کہ !بلکہ اگر فرض کر کے آدمی سور کھانے لگے تو سور میں جو برائی ہے کہ اپنے جوڑے سے اگر کسی اور کو جفتی کرتے دیکھے تو دوسرے جانوروں کے برعکس اس کو کوئی غصہ نہ آئے گا اور سور خور لوگوں میں بھی یہی عادت سرایت کر جاتی ہے۔ کسی کو ماں، بہن، بیٹی کی غیرت نہ رہے گی صبح سے شام تک ان کی زندگی گندگی میں گزر جائے گی اور خدا کی یاد ہفتہ وار ایک دن بھی نہ آئے گی کیونکہ خدا کی یاد پاک دلوں پر آتی ہے۔[27]

2.4: جواب ترکی بہ ترکی

یہ رسالہ آریہ سماج کے رسالہ " آریہ سماچار "میر ٹھ کے اٹھائے ہوئے اعتراضات کے جواب میں ہے۔ ان دنوں حضرت نانوتوی کے صحت اس قابل نہ تھی کہ وہ لکھ سکے اس لیے آپ جوابات بتاتے گئے اور آپ کے شاگرد عبد العلی میر ٹھی ان کو لکھ کر مضامین کی شکل دیتے گئے۔ الفاظ مولانا میر ٹھی کے ہے اور متکلمانہ دلیل منطقیانہ مقدمات کی ترتیب حضرت نانوتوی کا فیضان علم ہے۔ اس کے بنیادی مباحث میں باری تعالیٰ کا وجود اور اس کی صفات، عالم، ارادہ، قدرت وغیرہ کی تفصیل ہے۔

پھر مادہ قدیم ہونے کی تردید پر کلام کیا گیا آخر میں قرآن اور دوسری کتب سماویہ کو کتاب اللہ ثابت کیا گیا اور سب سے آخر میں انبیاء کی ضرورت، ان کی اہمیت اور حیثیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے دلائل اور خاتمیت کے مفہوم کی مکمل وضاحت کی گئی ہے کتاب اردو میں ہونے کے باوجود چونکہ کلامی مباحث اور منطقیانہ طرز استدلال سے پر ہے ایک ایک موضوع کے تحت شاخ در شاخ بحثیں ہیں۔ پوری کتاب مسلسل مضمون کی شکل میں ہے اس میں نہ کہیں ابواب اور فصول ہیں نہ کہیں فل سٹاپ اور پیراگراف وغیرہ۔ اس لئے عام آدمی کے لیے اس سے استفادہ ممکن نہیں اس لیے اس کتاب کی تسہیل کی ضرورت تھی جس کو استاد دارالعلوم مولانا اشتیاق احمد صاحب نے پورا کیا اور اسے براہین قاسمیہ کے نام سے شائع کیا۔[28]

2.5: قبلہ نما

یہ کتاب دراصل انتصار الاسلام کا دوسرا حصہ ہے پنڈت دیانند سرسوتی کا مسلمانوں پر اعتراض تھا کہ مسلمان ہندوؤں کو تو بت پرست کہتے ہیں لیکن خود ایک مکان (بیت اللہ) کی عبادت کرتے ہیں جو کہ بہت سے پتھروں کا مجموعہ ہے یہ کتاب اسی کے جواب میں لکھی گئی آپ لکھتے ہیں کہ استقبال قبلہ اور بت پرستی میں زمین و آسمان کا فرق ہے اول تو لفظ استقبال قبلہ اور بت پرستی ہی اس پر شاہد ہے کہ بت پرستی کو توجہ الی الکعبہ کے ساتھ کچھ نسبت نہیں۔ اہل اسلام کے نزدیک اس طرف بس منہ ہونا چاہیے

عبادت صرف خدا کی کی جاتی ہے اگر وہ دیواریں نہ ہو تو پھر بھی منہ اسی طرف کیا جائے گا لیکن بتوں کا معاملہ ایسا نہیں بتوں کے پتھر جہاں منتقل ہوں گے وہیں پر عبادت شروع ہو جائے گی مسلمان بیت اللہ کہتے ہیں ان دیواروں کو اللہ نہیں کہتے۔[29]

2.6: تقریر دل پذیر

یہ کتاب دعوت اسلام کے نقطہ نظر سے تصنیف کی گئی اس میں کئی طرح کے مضامین ہیں ادیان و مذاہب سے متعلقہ مضامین مندرجہ ذیل ہیں۔ ابطال التثلیث، اور اصنام پرستی، انجیل کا محرف ہونا اور آسمانی شرائع میں نسخ کی وجہ شامل ہیں۔[30]

2.7: گفتگوئے مذہبی

یہ کتاب واقعہ میلہ خداشناسی کے روداد پر مشتمل ہے۔ 1293 میں شاہجہاں پور میں ہندوؤں اور عیسائیوں کے ساتھ جو پہلا مناظرہ ہوا تھا اس کی یہ روداد ہے۔

2.8: مباحثہ شاہ جہاں پور

1295ھ میں یہ شاہ جہاں پر میں دوسرا مناظرہ ہوا جو کہ عیسائیت کا رد ہے اس کی روداد ہے حضرت مولانا فخر الحسن صاحب گنگوہی اور حضرت شیخ الہند نے مرتب کی ہے۔

3: تقابل ادیان مناظرانہ اسلوب میں خدمات

مولانا قاسم نانوتوی نے جس طرح تصنیفی انداز میں خدمات انجام دیں وہی پر حالات و واقعات کے تحت غیر مسلموں کے اشکالات و اعتراضات کو مناظرانہ اسلوب میں بھی رد کیا جس کی مشہور مثال شاہ جہاں پور میں میلہ بنام "میلہ خداشناسی" میں ہندوؤں اور عیسائیوں کے ساتھ مناظرے ہیں۔

4: شیخ قاسم کی شاگردوں کو مقابلہ نصاریٰ کی ترغیب

" اسی زمانہ کے درمیان میں دہلی میں پادریوں کے وعظ کا چرچا تھا اور مسلمانوں میں سے بعض بیچارے اپنی ہمت سے ان سے مقابلہ کرتے تھے، کوئی اہل علم جن کا یہ کام تھا اس طرف توجہ نہ کرتا تھا مولوی صاحب نے اپنے شاگردوں کو فرمایا کہ تم بھی کھڑے ہو جاؤ اور بازار میں کچھ بیان کرو۔ جہاں وہ لوگ مقابلہ نصاریٰ بیان کرتے ہیں ان کی امداد کیا کرو۔[31]

5: مناظرات نانوتوی

5.1: چندا پور میں مناظرہ: ہندوستان میں عیسائیت کی وسیع پیانہ پر تبلیغ کو دیکھ کر ہندوؤں میں بھی یہ جرات پیدا ہو گئی کہ وہ اپنے مذہب کا پرچار کریں اور عیسائیوں کی طرح وہ بھی مسلمانوں کے ساتھ مذہبی امور میں الجھتے ہیں چناچہ اس سلسلہ کی ایک

کڑی یہ ہے کہ مشہور شہر شاہ جہاں نپور سے پانچ چھ میل کی مسافت پر ایک قصبہ تھا جس کا نام چندا پور تھا وہاں کے ایک ہندو رئیس منشی پیارے لال کبیر پنتھی نے ۱۲۹۳ ۱۸۷۲ میں ایک مذہبی جلسہ بنام میلہ خدا شناسی 'مقرر کیا جس میں مسلمانوں، عیسائیوں اور ہندوؤں کا باہمی مباحثہ طے پایا اور تینوں فریق اس میں شریک ہوئے۔

مگر لالہ جی نے کمال ہوشیاری اور انتہائی چالاکی سے نہایت بے معنی اور مجمل لکھی ہوئی تقریریوں شروع کیں کہ میاں کبیر نے کنول کے پھول میں جنم لیا۔ اور ان کے چیتھ میں جاگتے سوتے سانس چلتا رہتا تھا۔ جس کو چیتاں اور پہلی کہنا زیادہ مناسب ہو گا اور اس طرح اپنی اور اپنے ہم مذہبوں کی نامی گرامی کی جان چھڑ الی اور اصل گفتگو عیسائیوں اور مسلمانوں میں ہی عیسائیوں کی طرف سے ان کے نامی گرامی پادریوں کے علاوہ پادری نولس انگلستانی بھی تھے جو بڑے لسان عمدہ مقرر اور چوٹی کے مناظر تھے یاد نولس کا یہ دعوی تھا کہ عیسائی دین کے مقابلے میں محمدی دین کی کچھ حقیقت نہیں (العیاذ باللہ) اور اہل اسلام کیطرف سے جو حضرات اس موقع پر موجود تھے ان میں حضرت شیخ الہند محمود الحسن دیوبندی صاحب حضرت مولا ناظر احسن گنگوہی اور حضرت مولانا سید ابوالمحصور وبلوی امام فن مناظر و اہل کتاب خصوصیات کے ساتھ نام قابل ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر حضرات علماء اور اہل دل اور دیندار مسلمانوں نے بھی حصہ لیا۔ پہلے دن تو اس مباحثہ میں متعدد حضرات نے حصہ لیا، اور پادری نولس کے مذموم دلائل کے جوابات دیتے رہے اور اپنے مذہب اسلام کا اثبات کرتے رہے مگر دوسرے دن مناظرہ میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی نے حصہ لیا اور ایسے زبردست دلائل اسلام کی حقانیت پر پیش کئے کہ مجمع داد تحسین دے بغیر نہ رہ سکا اور دین مسیح کے منسوخ اور نا قابل اتباع ہونے پر ایسے ٹھوس براہین پیش کئے کہ پادری باہم کہتے تھے۔ آج ہم مطلوب ہو گئے پادریوں کے مغرور سر نگوں ہو گئے اور اسلام کی حقانیت اور صداقت آشکارا ہوئی۔[32]

5.2 :چندا پور شاہجہاں کا دوسرا مناظرہ:

گذشتہ سال کی طرح چاندا پور ضلع شاہجہاں پر میں ۱۲۹۴ھ میں پھر جلسہ کا اہتمام ہوا چاندا پور کے جلسہ کا نام ہر سال میلہ خدا شناسی ہی رکھا جاتا تھا۔ اس جلسہ میں بھی حکیم الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی نے عجیب مسحور کن تقریر فرمائی یہ تقریر حجۃ الاسلام کے نام سے مطبع قاسمی سے چھپی ہے اس تقریر میں پادری حضرت نے ایک سوال کا بھی جواب نہ دے سکے اور راہ فرار اختیار کر لیا۔[33]

5.3 :چندا پور شاہجہاں کا تیسرا مناظرہ

۱۲۹۵ھ میں پھر اس مقام پر مناظرہ ہوا اس کی تاریخ ۲۰ مارچ ملے ہوئی گذشتہ سالوں کی مسلسل جد وجہد اور عیسائیوں کے لا جواب ہو چکنے کے باوجود کیونکہ کوئی نتیجہ بر آمد نہ ہوا حضرت نانوتوی اور مولوی ابوالنصور دہلوی نے ارادہ کیا کہ اس مرتبہ اسمیں شرکت نہ کی جائے۔ کیونکہ سوائے نشستند و گفتند و برخاستند کے کوئی فائد نہیں ہو گا، مگر ساتھ یہ خیال بھی آیا کہ اگر ہم

لوگ شریک نہ ہوئے تو لوگ طرح طرح کے خیالات ذہن میں لائیں گے اور اہل اسلام کو سبکی ہو گی اس لیے دونوں حضرات بعض دوسرے رفقا کے ساتھ شاجہان پور روانہ ہوئے، اور 17 امارچ کو وہاں پر پہنچ گئے، ۱۸ کو آرام کیا، ۱۹ مارچ کو آخر شب میں اٹھ کر پیدل چاند اپور کیلئے روانہ ہوئے راستے مین ندی کے کنارے حضرت نانوتوی نے نوافل ادا کر کے خوب خشوع وخضوع سے دعا مانگی اور آگے روانہ ہو کر چاند اپور پہنچ گئے۔ شرائط مباحثہ طے کرنے کیلئے مسلمانوں میں سے مولانا محمد قاسم نانوتوی مولوی عبد الحمید اور پادریوں میں سے پادری نولس اور پادری وائر صاحباں اور ہنود میں سے پنڈت دیننہ صاحب سرستی اور منشی اندر من منتخب ہوئے اور موتی میاں مہتم جو بھی شریک ہوئے پچھلے سالوں کے جلسوں سے کیونکر پادری گھبرائے ہوئے تھے اس لئے اس مرتبہ ہندوں اور پادریوں نے ملی بھگت کر کے یہ طے کیا کہ ہر مقرر کی تقریر کا وقت صرف 5 منٹ رکھا جائے۔

5.4 :عیسائیوں کی ریشہ دوانی

غالبا اس میں یہ چال پوشید تھی کہ ہم اعتراض کریں گے اور مسلمان جواب دیں گے اور ظاہر ہے کہ 5 منٹ میں اعتراض تو با آسانی ہو سکتا ہے مگر جواب دینے والا ۵ منٹ میں کیا جواب دے سلیگا، اس طرح مسلمان عاجز ہو کر شکست کھائیں گے لیکن علماو اسالم نے کہا کہ ہم اس سے کم وقت پر بھی تیار میں بالآخر یہ جلسہ شروع ہوا۔ سب سے پہلے منشی پیارے لال نے ایک کاغذ نکالا جس میں ۵ سوال تھے کہ ہماری طرف سے یہ سوال ہیں پہلے ان کا جواب دیا جائے۔

5.5 :عیسائیوں کے اشکالات

(1) دنیا کو پرمیشر نے کس چیز سے بنایا اور کس وقت اور کس واسطے؟

(۲) (پرمیشور) کی ذات محیط کل ہے یا نہیں؟

(۳) پرمیشور عادل ہے اور رحیم ہے دونوں کس طرح ہے؟

(۴) دید اور بائیل اور قرآن کریم کے کلام الہی ہونے میں کیا فرق ہے؟

(۵) نجات کیا چیز ہے اور کس طرح حاصل ہو سکتی ہے۔ کیونکہ یہ سوالات بانی جلسہ کی طرف سے تھے اس لیے انکا جواب پنڈت عیسائی اور مسلمان سب کو دینا تھا، عیسائی تولیت لعل کرتے رہے سب سے پہلے ان کے جوابات حضرت مولانا قاسم نانوتوی نے دئے اور ایسی تقریر فرمائی کہ سامعین پر ایک سکتہ کا عالم ہے ظاہر ہے کہ ۵ منٹ یا ۱۰ منٹ میں کتنا کچھ کہا جا سکتا ہے، مگر اس روز جلسہ میں حضرت نے تقریر فرما کر اسلام کی فتح و نصرت کا جھنڈا اگاڑ دیا۔[34]

5.6 :پتلی لنگی کی فتح

اس مناظرے کی کامیابی کی سارے ہندوستان میں دھوم مچ گئی پتلی لنگی کی فتح ایک نعرہ حق بن گیا۔ اس مناظرے کے بارے میں قاری محمد طیب نے اپنے والد صاحب کے حوالہ سے حضرت مولانا محمد یعقوب کا ارشا نقل فرمایا ہے۔ اب مجھے انکی وفات قریب معلوم ہوتی ہے کیونکہ حق تعالی کو ان سے جو کام لینا تھا وہ پورا ہو چکا اور وہ یہ تھا کہ تمام مذاہب کے جھتے میں اسلام کی ایک منادی ہو جائے۔ اور خدا کی حجت اسکے بندوں پر پوری ہو جائے سو وہ اس میلہ خدا شناسی (مباحثہ شاہجہاں پور میں ہو چکی۔ چنانچہ زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ جمادی الاد ۱۲۹۷ھ میں حضرت نانوتوی کی وفات ہوئی۔[35]

5.7 :مناظر رڑکی

۲۱ شعبان ۱۳۹۵ مطابق ۲۰ اگست ۱۸۷۸ پنڈت دیالہ نے رڑکی میں آکر سر بازار مذہب اسلام پر اعتراضات کئے اس سال کے شروع میں مارچ میں شاہجہاں پور کے مشہور مناظرہ عیسائیوں سے ہو چکا تھا اب پنڈتوں کو خباثت سوجھی اور دوافروشوں کی طرح بازاروں میں مجمع لگا کر مذہب پر اعتراضات شروع کئے بعض احباب نے حضرت حجۃ الاسلام مولنا محمد قاسم نانوتوی سے درخواست کی کہ آپ تشریف لاکر اس کے جوابات دیں چنانچہ نانوتوی صاحب اپنے رفقاء کو ساتھ لیکر تشریف لے گئے اس مناظرہ کا کچھ نقشہ برنگ حقائق وبرنگ لطاف حضرت تھانوی نے پیش کیا وہ درج کرتا ہوں۔ فرمایا کہ مولنا محمد قاسم صاحب رڑکی دینہ سے مناظرہ کے لیے گئے اور بھی چند آدمی ساتھ ہو گئے سنا ہے کہ مولانا ایک جگہ ٹھر گئے اور ساتھ والوں سے کہہ دیا کہ کھانا بازار میں کھاویں۔

5.8 :روداد رڑکی

مجسٹریٹ کو خبر ہوئی تو اول وہ سمجھا کہ یہ بھی دعوت خور لے آئے ہوں گے مگر جب واقعی بات کی خبر ہوئی کہ وہ اس طرح کے لوگ ہیں تو اس کے دل میں بڑی قدر ہوئی اور اس نے مولانا کو بلایا اور اشتیاق ظاہر کیا مولانا کی عادت تھی کہ کبھی بڑے آدمی سے نہ ملتے تھے ایک دفعہ رام پور گئے نواب صاحب کو خبر ہوئی تو مولانا کو بلایا مگر مولانا نہیں گئے اور یہ حیلہ کیا کہ ہم دیہاتی لوگ آداب شاہی سے واقف نہیں خدا جانے کیا بے اولی ہو جائے نواب صاحب نے کہا آپ کے لیے آداب وغیرہ سب معاف ہیں آپ تشریف لائے مولانا نے جواب دیا کہ تعجب کی بات ہے کہ اشتیاق آپ کو ہو ملنے کا اور آوں میں، غرض باوجود ایسی آزادی کے رڑکی میں مجسٹریٹ سے ملنے سے انکار نہیں کیا۔

کیونکہ اس سے ملنے میں دینی مصلحت تھی، اس نے مولانا سے بارش کی کمی کی وجہ پوچھی تو مولانا نے دلائل عقلی سے ثابت کر دیا کہ گناہ سبب ہے۔ ہم کو آپ سے ملنے کا اشتیاق ہے۔ کمی بارش کے وہ بہت ہی محضوظ ہوا۔ مولانا کے علم کا قائل ہو گیا اور بہت ہی اچھی طرح پیش آیا پھر مولانا سے رڑکی آنے کی وجہ پوچھی فرمایا دیانند سے مناظرہ کیلئے آیا ہوں مگر وہ پہلے تو مناظرے کی دعوت دیتا پھرتا تھا اب جو میں آگیا تو پیچھے ہٹتا ہے مجسٹریٹ نے کہا ہم اس کو بلاتے ہیں چنانچہ بلایا اور پوچھا کیوں مناظرہ نہیں کرتے کہا فساد کا خوف ہے مجسٹریٹ نے کہا فساد کے ہم ذمہ دار ہیں دیانند نے کہا اس ارادہ سے نہیں آیا ہوں مولانا نے کہا ارادہ فعل اختیاری ہے اب کر لیجے مگر وہ بھی آمادہ نہ ہوا آخر بھاگ گیا۔[36]

6: آریہ کا فتنہ

انگریز نے اقتدار اور حکومت کے بل بوتے پر اور پادری صاحبان نے حکومت برطانیہ ہی کے زیر سایہ رہ کر تبلیغ کے ذریعہ کس طرح مسلمانوں کے ایمان پر ڈاکہ ڈالا اور کیا کیا کوششیں اور کاوشیں کیں، یہ مصائب مسلمانوں کیلئے کیا کم تھے، مگر جب مصائب وآفات کے گھنگور بادل چھا جاتے ہیں او ان سے مصیبت کا صرف ایک یہ قطر نہیں ٹپکتا بلکہ ایسی موسلا دھار بارش ہوتی ہے کہ مشکلات کے سیلاب امڈ آتے ہیں ایک طرف انگریز اور عیسائیوں کا عظیم فتنہ تھا، اور دوسری طرف انگریزوں کے چہیتے ہندوؤں اور آریاؤں کا کرتا دھرتا سوامی دیانند سرسرتی جو اپنے منطقیانہ اور فلسفیانہ استدلات میں شہسوار تھا پورے ہندوستان میں لوگوں کو آریہ بنانے اور مسلمانوں کو مرتد کرنے کی (معاذ اللہ) مہم چلا رہا تھا، پورے ہندوستان میں لوگوں کو آریں بنانے اور مسلمانوں کو زہر اگلتے سرسوتی کی حمایت اور دریدہ دہنی کا اندازہ لگانا ہو تو اس کی کتاب ستیار تھ پرکاس کا چودھواں باب ملاحظہ کیجے۔

6.1 :سوامی دیانند سرسوتی کی رڑکی میں سرگرمیاں اور مولانا کی گرفت

جس میں اس نے خیال خویش قرآن کریم کی بسم اللہ سے لے کر والناس تک تمام سورتوں پر اعتراضات کئے، اور انکی کمی اور خامی بتلائی ہے (العیاذ باللہ) اسلام اور اسلامی عقائد پر خوب برستا تھا، اور اہل اسلام کو جواب کیلئے للکارتا تھا، چنانچہ اپنا تبلیغی دورہ کر ۱۲۹۵ اور ۱۸۷۲ میں رڑکی جا پہنچا اور کئی دن تک وہاں قیام کر کے اسلام کے خلاف خوب زہر اگلتا رہا، چونکہ اس وقت وہاں کوئی ایسا مستند اور مناظر عالم نہ تھا جو اس کے فلسفیانہ اعتراضات کا جواب دے سکتا۔ اس لیے میدان کو خالی دیکھ کر اس کی ہمت اور دوچند ہو گئی حتی کہ سر بازار اس نے اسلام کے خلاف نازیبا اور واہی تباہی باتیں کہنا شروع کر دہیں۔ ان دنوں حجتہ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی جو پہلے ہی سے فیق النفس کے موذی مرض سے دوچار تھے بخار اور کھانسی کے شدید مرض میں مبتلا تھے اور ان کی علالت کی خبر میں باقاعدہ ان کے استاد و تلامذہ اور عقیدت مندوں کو پہنچتی رہتی تھیں سرسوتی کے کانوں میں بھی حجتہ الاسلام کی بیماری کی خبر پہنچ گئی تھی۔ جب رڑکی کے ساتھ درد دل رکھنے والے اور غیرت مند مسلمانوں نے سرسوتی کا حسب استطاعت جواب دینا شروع کیا تو پنڈت نے یہ کہا کہ ہم تو جاہلوں سے گفتگو کرنے

سے توبالکل آمادہ نہیں ہیں، اپنے کسی بڑے مذہبی عالم کو باتو تو ہم پر گفتگو کر میں گے پنڈت دیانند سرسوتی اس قسم کے مواقع پر اس قسم کے پوچ حیلے بہانوں سے جان چھڑایا کرتے تھے۔

6.2: ہندو پنڈت کا اعتراف

اور حضرت نانوتوی کی علالت کی خبر سن کر اس سے پنڈت جی نے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کی کہ اگر مولوی قاسم آئیں گے تو پھر ہم لوگ گفتگو کر میں گے پنڈت جی نے حالات سے بھانپ لیا کہ مولوی قاسم تو شدید علیل ہیں اس لیے وہ نہیں آئیں گے لیکن لوگوں نے پنڈت جی سے سوال کیا کہ آپ مولوی قاسم سے مناظرہ کرنے میں کیوں مصر میں کسی اور سے کیوں نہیں کرتا۔ تو پنڈت جی نے جواب دیا کہ میں نے پورا یورپ پھرا اور اب پنجاب پھرا ہوں مجھے کوئی مولوی قاسم صاحب سے بڑا عالم نظر نہیں آیا، میں نے ہر شخص سے مولانا کی تعریف سنی ہے اور میں نے خود شاہجہاں کے جلسہ میں مولانا کی تقریر سنی ہے، تو میں اس نتیجے پر پہنچا کہ اگر آدمی کسی سے کوئی مناظرہ کرے تو کسی علم والے آدمی سے کرلے تاکہ کچھ فائدہ ہی حاصل ہو یہ ایک ہندو پنڈت کا مولانا قاسم نانوتوی کے وسعت علم کے بارے میں اعتراف ہے۔ والفضل ما شھدت بہ الاعدء، دارالعلوم ع-ن ال-دي-ن: پھر کفر کے تعاقب کا یہ سلسلہ آپ کے جانشینوں میں بھی نظر آتا ہے جنہوں نے ہر نئے۔ والے باطل نظریہ کو دریا برد کیا۔ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب فرماتے ہیں۔ دارالعلوم کی جماعت اپنے مسلک کی ہمہ گیری کی وجہ سے ہر فتنہ کی مدافعت کیلئے سینہ سپر رہی خواہ وہ فتنقل وروایت کی راہوں سے آیا ہو یا عقیلت پسندی کی بنیادوں سے اٹھا اس جماعت نے ہمیشہ اعلا کلمۃ اللہ اور امر بالمعروف کا فرض ادا کیا۔ اور اصلوب اور اس رنگ میں جس رنگ ڈھنگ میں کسی دینی فتنہ نے سر اٹھایا۔[37]

7: حاصل بحث

مندرجہ بالا تمام مباحث کو سامنے رکھتے ہوئے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے۔ مولانا قاسم نانوتوی کا مطالعہ ادیان عقلی منطقی بنیادوں پر تھا۔ اور اسلام کی درست تصویر پیش کرنا بھی اسی فلسفیانہ و منطق کے اسلوب میں تھا۔ اسلام دین فطرت ہے اور مولانا نے اس کی فصری حیثیت کو منطقی انداز میں پیش کیا۔ دین عیسائیت میں بدعات کے فروغ اور تحریف و تبدیلی کا سختی سے رد کیا۔ ہندووانہ عقائد کا تنقیدی انداز سے جائزہ لیا۔ یہ وہی اعتراضات ہیں جو بار بار انداز بدل کر وارد ہوتے ہیں۔ مولانا کا فہم ادیان جو مناظرانہ، تقریرانہ اور تحریری صورت میں ہے۔ ان کی روشنی میں آج کے مسلمان بڑی عمدگی سے دفاع دین کا فریضہ انجام دے سکتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حوالہ جات

[1] صفدر، مولانا سرفراز خاں، **عبارات اکابر**(گوجرانوالہ: مکتبہ صفدریہ،2010ء)،11۔

Safdar, Mawlànà Sarfràz Khàn, *Ibàràt-e-Akààbir*(Gujrànwàla: Maktabah Safdarìyyàh, 2010),11.

[2] صفدر، مولانا سرفراز خاں، **عبارات اکابر**،112

Safdar,Mawlànà Sarfràz Khàn,*Ibàràt-e-Akààbir*,112

[3] صفدر، مولانا سرفراز خاں، **عبارات اکابر**،12

Safdar,Mawlànà Sarfràz Khàn,*Ibàràt-e-Akààbir*,112

[4] نانوتوی، قاسم، محمد، مولانا، **روداد میلہ خداشناسی**،(مطبع دیوبند1964)،112

Nànòtwi,Qàsim,Muhammad,Mawlànà,*R'ùdàd-e-Mylà Shanàsì*, (Matb'a Deoband,1964), 112

[5] صفدر، مولانا سرفراز خاں، **عبارات** اکابر،12

Safdar,Mawlànà Sarfràz Khàn,*Ibàràt-e-Akààbir*,:112

[6] نانوتوی، محمد، قاسم، مولانا، **اسلام اور ہندومت**،(لاہور، ادارہ اسلامیات،1980)،11

Nànòtwi,Qàsim,Muhammad,Mawlànà,*Islàm aùr Hindùmat*, (Làhor Idàràh Islàmiyàt ,1980),11

[7] نانوتوی، محمد، قاسم، مولانا، **اسلام اور ہندومت**، ص:13

Nànòtwi,Qàsim,Muhammad,Mawlànà,*Islàm aùr Hindùmat*,page:13

[8]نانوتوی، محمد، قاسم، مولانا، **اسلام اور ہندومت**، ص،32-39

Nànòtwi,Qàsim,Muhammad,Mawlànà,*Islàm aùr Hindùmat*, page:32-39

[9] نانوتوی، محمد، قاسم، مولانا، **اسلام اور ہندومت**، ص:42-40

Nànòtwi,Qàsim,Muhammad,Mawlànà,*Islàm aùr Hindùmat*,page:40-42

[10] نانوتوی، محمد، قاسم، مولانا، **اسلام اور ہندومت**، ص،66-67

Nànòtwi,Qàsim,Muhammad,Mawlànà,*Islàm aùr Hindùmat*,page:66-67

[11] نانوتوی، محمد، قاسم، مولانا، **اسلام اور ہندومت**، ص،69

Nànòtwi,Qàsim,Muhammad,Mawlànà,*Islàm aùr Hindùmat*,page:69

[12]نانوتوی، محمد، قاسم، مولانا، **اسلام اور ہندومت**،72-70

Nànòtwi,Qàsim,Muhammad,Mawlànà,*Islàm aùr Hindùmat*,page:70-72

13 نانوتوی، محمد، قاسم، مولانا، **اسلام اور ہندومت**،75-73

Nànòtwi,Qàsim,Muhammad,Mawlànà,*Islàm aùr Hindùmat*,page: 73-75

14 نانوتوی، محمد، قاسم، مولانا، **اسلام اور ہندومت**،77-75

Nànòtwi,Qàsim,Muhammad,Mawlànà,*Islàm aùr Hindùmat*,page: 75-77

15 قاسمی،ڈاکٹر محمد سلیم، **الامام النانوتوی کی تصنیفات، الامام محمد قاسم نانوتوی، حیات، افکار، خدمات**،(2005)،404

Qàsmì,Dr.Muhammad Salèèm,*Al-Imààm ul Nànòtwì kì tasnìfààt,Al Imààm Muhammad Qàsim Nànòtwì,Hayààt,Afkààr,Khidmààt*,(2005),404

16 قاسمی،ڈاکٹر محمد سلیم، **الامام النانوتوی کی تصنیفات،404**

Qàsmì,Dr.Muhammad Salèèm,*Al-Imààm ul Nànòtwì kì tasnìfààt* ,404

17 نانوتوی، محمد، قاسم، مولانا، **حجۃ الاسلام الامام محمد قاسم نانوتوی**،(دیوبند، تنظیم ابنائے قدیم دارالعلوم،2005)،40،39

Nànòtwi,Qàsim,Muhammad, Mawlànà,*Hujjàtul Islàm,Al-Imààm,Muhammad Qàsim,Nànòtwi*, (Deoband,Tanzèèm Abnày Qadèèm Dàrul Ulòòm ,2005),39-40

18 قاسمی،ڈاکٹر محمد سلیم، **الامام النانوتوی کی تصنیفات**,405

Qàsmì,Dr.Muhammad Salèèm,*Al-Imààm ul Nànòtwì kì tasnìfààt*, 404

19 عبدالقیوم، حقانی، مولانا، **تذکرہ وسوانح الامام الکبیر مولانا محمد قاسم نانوتوی**،(القاسم اکیڈمی،2013)،517

Abdùl-Qàyyùm,Haqqànì,Mawlànà,*Tazkiràh o Swàneh Al-Imààm ul Kabèèr,Mawlànà Muhammad Qàsim Nànotwì*,(Al Qàsim Academy,2013),517

20 نانوتوی، محمد، قاسم، مولانا، **تحفہ لحمیہ**،(بہاولپور، دارالبصائر),09

Nànòtwi,Qàsim,Muhammad,Mawlànà,*Tuhfàà lahmiyyà*,(Darul Basàáýr,Bahàwalpùr),09

21 انانوتوی، محمد، قاسم، مولانا، **تحفہ لحمیہ**,09

Nànòtwi,Qàsim,Muhammad,Mawlànà,*Tuhfàà lahmiyyà*,09

22 نانوتوی، محمد، قاسم، مولانا، **تحفہ لحمیہ**،09

Nànòtwi,Qàsim,Muhammad,Mawlànà,*Tuhfàà lahmiyyà*,09

23 نانوتوی، محمد، قاسم، مولانا، **تحفہ لحمیہ**،13

Nànòtwi,Qàsim,Muhammad,Mawlànà,*Tuhfàà lahmiyyà*,13

24 نانوتوی، محمد، قاسم، مولانا، **تحفہ لحمیہ**،14

Nànòtwi,Qàsim,Muhammad,Mawlànà,*Tuhfàà lahmiyyà*,14

25 نانوتوی، محمد، قاسم، مولانا، **تحفہ لحمیہ**،13

Nànòtwi,Qàsim,Muhammad,Mawlànà,*Tuhfàà lahmiyyà*,13

[26] نانوتوی، محمد، قاسم، مولانا، **تحفہ لحمیہ**,19

Nànòtwi,Qàsim,Muhammad,Mawlànà,*Tuhfàà lahmiyyà*,19

[27] نانوتوی، محمد، قاسم، مولانا، **تحفہ لحمیہ**,19

Nànòtwi,Qàsim,Muhammad,Mawlànà,*Tuhfàà lahmiyyà*,19

[28] قاسمی، ڈاکٹر محمد سلیم، **الامام النانوتوی کی تصنیفات**,405-406

Qàsmì,Dr.Muhammad Salèèm,*Al-Imààm ul Nànòtwì kì tasnìfààt*,Al Imààm Muhammad Qàsim Nànòtwì,Hayààt,Afkààr,Khidmààt,(2005),page:404

[29] قاسمی، ڈاکٹر محمد سلیم، **الامام النانوتوی کی تصنیفات**، 405-406

Qàsmì,Dr.Muhammad Salèèm,*Al-Imààm ul Nànòtwì kì tasnìfààt* ,405-406

[30] قاسمی، ڈاکٹر محمد سلیم، **الامام النانوتوی کی تصنیفات**، 405

Qàsmì,Dr.Muhammad Salèèm,*Al-Imààm ul Nànòtwì kì tasnìfààt* ,405

[31] کاندھلوی، نور الحسن راشد، **قاسم العلوم، مولانا قاسم نانوتوی، احوال و آثار**، (مظفر نگر، انڈیا,2002),209

Kàndhalvì,Nòòr ul Hasan Ràshid,*Qàsim-ul-Ulòòm Hazrat Mawlànà Muhammad Qàsim Nànòtwì,Ahwààl o Àsààr*,(Muzaffàr Nagar India,2000),209

[32] نانوتوی، محمد قاسم مولانا، **میلہ خدا شناسی**، (مطبع قاسمی),38

Nànòtwi,Qàsim,Muhammad,Mawlànà,*Mýlà Khudàà Shanààsì*,(Matb'a Qàsmì),38

[33] نانوتوی، محمد قاسم مولانا, **مباحثہ شاہ جہاں پوری**، (مطبع قاسمی)5,

Nànòtwi,Qàsim,Muhammad,Mawlànà,*Mùbàhsàh Shààh jàhààn pùr*,(Matb'a Qàsmì),page:5

[34] تھانوی، اشرف علی، مولانا، **ارواح ثلاثہ**، (سہارن پور, کتب خانہ اشاعت العلوم،)،179

Thànvì,Ashràf Alì,Mawlànà,*Arwààh e Sàlààsah*, (Saharanpùr ,Kutùb khànà ishà'atul Ulòòm, ,1980),page:179

[35] تھانوی، اشرف علی، مولانا، **ارواح ثلاثہ،179**

Thànvì,Ashràf Alì,Mawlànà,*Arwààh e Sàlààsah*179،

[36] نانوتوی، محمد قاسم مولانا، **میلہ خدا شناسی**، ص6

Nànòtwi,Qàsim,Muhammad,Mawlànà,*Mýlà Khudàà* Shanààsì,page:6

[37] محمد، طیب، قاری، **تاریخ دار العلوم دیوبند**، (مطبع قاسمی)، ص5

Muhammad Tayyèb,Qàrì,*Tààrìkh Dàrul Ulòòm Deoban*,(Matb'a Qàsmì),5